سوال

(23)حضرت علی رضی اللہ عنہ کےلیے یہ خطاب اسداللہ بظاہر شیعوں کا گھڑا ہوا معلوم ہوتا ہے ؟

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

اسداللہ کے خطاب اورلقب میں خوبی ہے جو حضرت علی کےلیے رواج کیا ہے اوراس لقب کے ساتھ مشہور ہوگئے ۔کیا یہ خوبی حضرت علی ہی کےلیے پائی جاتی تھی ؟ اوردیگر خلفائے راشدین وصحابہ کرام میں نہیں پائی جاتی تھی ؟ جنگل کا شیر بھی تواللہ ہی کا شیر ہے پس کسی انسان کواس لقب اوروصف کے ساتھ کس زمانہ سے ذکر کیا جاتا ہے ۔حضرت علی کواسداللہ کا خطاب کس نے دیا اور خطبہ جمعہ میں ان کو اس لقب اوروصف کے ساتھ کس زمانہ سے ذکر کیا جاتا ہے ۔حضرت علی کےلیے یہ خطاب بظاہر شیعوں کا گھڑا ہوا معلوم ہوتا ہے ؟ میر حسن شاہ یحیی گنج لکھنؤ

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علىٰ رسول اللہ، أما بعد!

یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے اورمشہور بات ہے کہ جری اوردلیر ، شجاع اور بہادر شخص کوبطور تشبیہ یا استعارہ شیر(اسد)کہا جاتا ہے(ملاحظہ ہو: بلاغت کے فن ثانی ، علم بیان کے مباحث)اوراللہ کی راہ اوراس کے دین کی نصرت وحمایت میں شجاعانہ امتیازی کام کرنے والے کواللہ کی شیر (اسداللہ) کہا جاتا ہے ۔اسی بنا پر حضرت ابوبکر اورحضرت عمر نے جنگ حنین کے موقع پر ابوقتادہ انصاری کواللہ کے شیروں میں سے ایک شیر کہا تھا ۔چنانچہ فرمایا : ''لاہااللہ إذا لا یعمد إلی أسد من إسد اللہ، یقاتل عن اللہ ورسولہ فیعطیک سلبہ ،، (بخاری عن أبي قتادة 5 101 ،مسند احمد عن انس 3 19)اورحضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت حمزہ کے متعلق فرمایا ''إن حمزة مکتوب فی السماء ، أسد اللہ وأسد رسولہ ،، (فتح الباري بحوالہ ابن ہشام (2/96) ذکر قتل حمزة 7/371)اسی حدیث کی روسے بن سعد نے حمزہ کا ترجمہ ''اسداللہ واسد رسولہ ،، کے وصف سے شروع کیا ہے (طبقات ابن سعد طبع لیدن 3 8)اوراسی صفت شجاعت وجرات کومد نظر رکھ کر حضرت انس نےاپنے اورتمام صحابہ کے متعلق فرمایا : ''خطبنا أبو بکر وکنا کالثعالب ، فما زال یشجعنا حتی صرنا کالأسود ،، (منہاج السنہ 2،156)۔

اس میں شک نہیں کہ جنگل کا شیر بھی اللہ ہی کا شیر ہے ۔ لیکن بعض انسانوں پر مطلق شیر یا بعض شخصیتوں پر لفظ ''شیر ،، کواللہ کی طرف منسوب سلسلہ میں شجاعانہ امتیازی کارنامے انجام پذیر ہوئے ۔ دنیا کی سب اونٹنیاں اللہ ہی کی ہیں ۔ لیکن حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو خصوصیت کے ساتھ ''ناقة اللہ ،، کہا گیا ۔ دنیا کے تمام گھر اورعبادت خانے اللہ ہی کے ہیں ۔ لیکن خانہ کعبہ کوخاص طورپر '' بیت اللہ ،، کہا گیا ۔ تمام تلواریں اللہ ہی کی ہیں لیکن حضرت خالد کوسیف من سیوف للہ کہا گیا ۔ تخصیص کوجوجہ ان مثالوں میں ہے وہی صورت مسؤلہ میں بھی ہے ۔

جولوگ حضرت علی کواسداللہ (شیرخدا)کہتے ہیں ان کے نزدیک اس لقب کا سبب حضرت علی کی شجاعت وجرات اوردلیری وبہادری ہے ۔ لیکن یہ سمجھنا کہ اس تلقیب وتوصیف

کے لیے جس مجاہدانہ دینی شجاعت اور طبعی جرات کی ضرورت ہے وہ صرف حضرت علی میں تھی اور کسی دوسرے صحابی میں یہ خوبی نہیں تھیں قطعاً غلط اور یکسر باطل ہے۔ حضرت علی یقینا بہادر اور شجاع تھے۔ لیکن حقیقت اور وقعہ یہ ہے کہ آں حضرت ﷺ کے بعد صحابہ کرام میں سب سے زیادہ جری اور شجاع حضرت ابوبکر تھے، ان کے بعد شجاعت میں حضرت میں عمر کا درجہ ہے اور بقیہ تمام صحابہ جن میں حضرت علی بھی داخل ہیں بلاشبہ اس وصف میں حضرات شیخین سے کمتر ہیں۔ شجاعت کی جو صورتیں ذکر کی جاتی ہیں :

(1) خطرات ومصائب میں دل کا قوی اور ثابت ومطمئن رہنا اور ارادہ کی پختگی او صبر واستقلال وعدم جزع۔

(1) میدان جنگ میں زیادہ سے زیادہ دشمنوں کو قتل کرنا۔ ظاہر ہے کہ پہلی قسم شجاعت کی اعلی ترین صورت ہے اور اس میں حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی کوئی صحابی بھی ہمسر نہیں کرسکتا۔ جنگ بدر، آں حضرت ﷺ کی وفات تجہیز جیش اسامہ۔ مرتدین سے جہاد کے مواقع میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جس بے نظیر قلبی شجاعت اور صبر وسکون اور اطمینان وقوۃ یقین اور ارادہ کی پختگی کا اظہار کیا ہے، دنیائے اسلام اس کی نظیر نہیں پش کرسکتی۔ رہا دعوی کہ حضرت علی دینی جہاد میں تمام صحابہ سے اعلی وارفع تھے اوران کے جیسے مجاہدانہ کارنامے کسی صحابی سے نہیں صادر ہوئے تو یہ بھی قطعاً غلط اور لغو ہے۔ جہاد کی تین قسمیں ہیں :

(1) زبانی اور تبلیغی جہاد۔

(2) میدان جنگ میں جنگی تدبیروں اور مشوروں کے ذریعہ جہاد۔

(3) آلات جنگ کے ذریعہ جسم کا جہاد۔

پہلی دونوں صورتیں جہاد کی اعلی اور افضل ترین قسمیں ہیں۔ اور تیسری قسم جہاد کا معمولی مرتبہ ہے۔ ہر مسلمان کا یہ عقیدہ ہے کہ آں حضرت ﷺ سے بڑھ کر شجاع اور جری اور آپ سے زیادہ مجاہد فی الدین ہونا تو درکنار، اس وصف میں آپ کا کوئی برابر بھی نہیں ہے۔ لیکن کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے ساری عمر میں صرف ایک دشمن اسلام ابی بن خلف کو جنگ احد کے موقعہ پر قتل کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ جہاد بالید جہاد کی ایک ادنی ترین نوع ہے۔ البتہ جہاد کی پہلی دونوں قسموں کی ساتھ آں حضرت ﷺ بدرجہ اتم متصف تھے۔ اور آپ کا شریک وسہیم نہیں ہے۔ اور تیسیری قسم میں بھی حضرت علی تنہا ومنفرد نہیں ہے اس وصف میں حضرات شیخین بھی ان کے شریک ہیں اور بہت سے صحابہ تو حضرت علی کے برابر ہی نہیں بلکہ ان سے بڑھ کر ہیں۔ اگر حضرت علی آپ ﷺ کے ساتھ غزوات میں شریک رہے اور ان کے ساتھ میں علم رہتا اور کسی جنگ میں ان کا فرار منقول نہیں، تو حضرات شیخین رضی اللہ عنہما بھی آنحضرت ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں شریک رہے اور کسی معتبر روایت سے ان کا فرار ثابت نہیں۔ بلکہ حضرات حضرات شیخین رضی اللہ عنہما جن بعوث وسرایا میں میر ابنا کر بھیجے ان کی تعداد حضرت علی کے بعوث وسرایا سے زیادہ ہے۔ جنگ بدر میں حضرت علی کے مقتولین کی تعداد زیادہ سے زیادہ گیارہ بتائی جاتی ہے۔ ان میں بھی چھ کے متعلق اختلاف ہے کہ ان کے قاتل علی ہیں یا کوئی اور صحابی۔ حضرت براء بن مالک نے علی سبیل المبارزہ بلاشرکت غیرے مختلف جنگوں میں سو کافروں کو قتل کیا۔ اور خالد بن ولید کے مقتولین کی تعداد تو بے شمار ہے۔ عزوہ موتہ میں ان کے ہاتھ میں آٹھ تلوارین ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے کا واقعہ کس سے پوشیدہ ہے؟ کیا حضرت علی کو بھی یہ فخر ہے؟ حضرت طلحہ، زبیر، سعد بن ابی وقاص، حمزہ، عبیدہ بن الحرث، مصعب بن عمیر، سعد بن معاذ، ابو دجانہ کے مشہور امتیازی جنگی کارمے کس سے مخفی ہیں۔ ان میں سے ہر ایک حضرت علی کا ہمسر اور شریک وسہیم ہے۔

جنگ خندق میں حضرت علی کا عمرو بن عبدود جیسی معروف شخصیت کو قتل کرنا کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے، اس واقعہ کے متعلق روایات میں جس مبالغہ سے کام لیا گیا ہے، وہ قطعاً صحیح روایات کے خلاف ہے۔

خیبر کے بعض قلعے عنوۃ (زبردستی) اور بعض صلحاً فتح ہوئے اور اس میں شک نہیں کہ قلعہ قموص حضرت علی کی قیادت میں فتح ہوا، لیکن وہ محض آں حضرت ﷺ کی دعا کی برکت سے، جس طرح اس سے پہلے دوسرے قلعے دوسرے صحابہ کی قیادت میں آنحضرت ﷺ کی برکت سے فتح ہوئے۔ پس حضرت علی کو یہاں بھی کوئی امتیازی شرف حاصل نہیں ہے۔ قلعہ کے در کو جو سپر تا پارہ جنگ تھا اور جس کو ایک روایت کو مطابق، واقعہ کے بعد ایک روایت کے مطابق آٹھ آدمی اور دوسری روایت کے مطابق چالیس آدمی نہ اٹھا سکے۔ اکھاڑ کر اس سے سپر د کا کام لینے کی راویتیں بازاری قصے ہیں۔ علامہ سخاوی نے ان رواتیوں کے متعلق تصریح کر دی ہے کہ ''کلھا واھیۃ،، سب لغو روایتیں ہیں۔ امام ذہبی

نے اس رویت کو ''منکر،، بتایا ہے۔ تعجب ہے امام حاکم اور صاحب کنزالعمال اور صاحب مجمع الزوائد وصاحب اسدالغابہ پر کہ انہوں نے حضرت علی کے مناقب میں اس جیسی بے سروپا لغوروایتیں اپنی کتابوں میں بھر دیں۔ حضرت علی کا مرحب یہودی کو قتل کرنا مختلف فیہ مسئلہ ہے۔ مغازی موسی بن عقبہ۔ مغازی کی معتبر ترین کتاب ہے اس میں بروایت حضرت جابر وسلمہ بن سلامہ ومجمع بن حارث مرحب کا قاتل محمد بن مسلمہ کو بتایا ہے۔ (زادالمعاد 3 341) اسی لئے ائمہ مغازی محمد بن اسحق وموسی بن عقبہ اورواقدی مرحب کا قاتل محمد بن مسلمہ ہی کو بتانے ہیں: ''خالف ذلک اَہل السیر، فجزم ابن اسحق وموسی بن عقبة والواقدي بأن الذي قتل مرحبا، ہو محمد بن مسلمة، کذاروي احمد باسناد حسن عن جابر، وقتل إن محمد بن مسلمة کان بارزہ فقطع رجلیہ فاجہز علیہ علی،، (فتح الباري 7/478).-

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وفات کے بعد ایران اورروم کی کسی جنگ میں حضرت کی شرکت ثابت نہیں ہے۔ تعجب ہے کہ ان کی شجاعت وبہادری فقط آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے تک کیوں رہی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارتحال کے ساتھ ان کی شجاعت کیوں ختم ہوگئی، شجاعت وجرأت کے اظہار کا سب سے زبردست اور ضروری موقعہ وہ تھا جب بقول اخوان یوسف، خلافت پر دوسروں نے غاصبانہ اورظالمانہ قبضہ کرلیا تھا مگر افسوس! شاید تقیہ کی نذر ہوگئی ہوگی۔ جنگ جمل اور نہروان میں حضرت علی بظاہر منصورہ وغالب تھے، لیکن یہ محض اس وجہ سے کہ ان کی فوج کی تعداد فریق مقابل سے کئی گنا زیادہ تھی۔ لیکن باایں ہمہ وہ ان پر پورا قابو حاصل نہ کرسکے اور یہ فتنہ آخردم تک دبا نہ سکے، اور ہمیشہ ان معاملات کی وجہ سے مضطرب وپریشان وغیر مطمئن رہے۔ اس سے ان کی جنگی تدبیروں اورسیاست میں مہارت کی حقیقت بھی واضح ہوجاتی ہے

پس ہمارے نزدیک صحیح بات یہ ہے کہ حضرت علی شجاعت اورجہاد فی الدین کی ادنی ترین قسم کے اعبار سے بلاشک وشبہ شجاع اورجری تھے۔ یہاں تک کہ دشمن بھی اس کا اقرار کرنے پر مجبور تھے۔ چنانچہ اسید بن یاس بن زنیم کنانی، قریش کوان کے خلاف ابھارتا ہوا کہتا ہے:

فی کل مجمع غایة اَخزاکم جذع ابر علی الذاکی القرح

للہ درکم لماتنذکروا قدیذکرالحر الکریم ویستحی

ہذا ابن فساطمة الذي اَفناکم ذبحا بقتلہ بعضہ لم یذبح

این الکہول واین کل دعامة؟ فی المعمضلات واَین زین الاَبطع؟

لیکن جہاد بالید کی یہ خوبی ان کے ساتھ مخصوص نہیں تھی۔ متعدد صحابہ ان کے اس وصف میں شریک ہی نہیں، بلکہ ان سے بڑھ کر شجاع اورمیدان جنگ کے مشہور شہسوار تھے۔ اورشجاعت کی اعلی ترین صورت اورجہاد فی الدین کی افضل ترین دونوں قسمیں تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرات شیخین کے ساتھ مخصوص تھیں۔ پس حضرت علی کو شیر خدا (اسداللہ) کا لقب اور خطاب دنیا کسی بنیاد اوراصل پر مبنی نہیں ہے ان سے زیادہ اس لقب کے مستحق حضرت ابوبکر وعمر، طلحہ، زبیر، ابودجانہ، خالد بن ولید، براء بن مالک، حمزہ وغیرہ ہیں۔

ہمارے نزدیک بلاشک وشبہ حضرت علی کےلیے یہ لقب شیعوں کا گھڑا ہوا ہے۔ حضرت علی کو اس لقب کے ساتھ نہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملقب فرمایا ہے، نہ کسی خلیفہ راشد نے، نہ دیگر صحابہ کرام یا تابعین عظام نے، اور نہ کسی صاحب سیرة ومغازی نے، بخلاف حضرت حمزہ کے کہ جبرئیل امین علیہ السلام نے ان کو یہ لقب عنائت فرمایا ہے۔ جیسا کہ ابن ہشام کے حوالے سے اوپر گزرچکاہتے۔ پس اگر حضرت حمزہ کو ''اسداللہ،، کہا جائے تو بلاشبہ درست ہوگا۔

ہاں حضرت علی کی ماں فاطمہ بنت اسد نے حضرت علی کا نام دووجہوں سے (اسد) کہا تھا، :

(1) حضرت علی کے نانا کا نام اسد تھا۔

(2) عربوں کا دستور تھا کہ بطور تفاؤل اپنے بیٹوں کا نام اسد۔ نمر۔ فہد۔ کلب۔ حجر۔ فہر وغیرہ رکھتے تھے ''قال مصعب بن الزبیر الزبیري: کانت فاطمة بنت اَسد من ہاشم، اَول ہاشمیة

ولدت من ہاشمی ،اِلی اَن قال . وکان اسم علی اَسد ، ولذلک یقول : .

اَنا الذي سمتنی اَمی حیدرہ   کلیت غابات کریۃ المنظرہ

(المستدرک للحاکم 3/108)

حضرت علی کانام ''اسد،، ہونااس شعرسے واضح ہے ۔یہ شعر مسلم حدیث نمبر(1806)3 1432،طبری :1579،زادالمعاد3 321،کنزالعمال 5 275میں موجود ہے ،لیکن حضرت علی ماں کے تجویز کردہ اورپسندیدہ نام کےبجائے ابوطالب کے تجویز کردہ نام علی کے ساتھ معروف ومشہورہوگئے ۔علامہ ابن الجوزی فرماتے ہیں : ''مسئلة :اِن قال قائل : قد سمعنا عن علی ،اَنہ قال : اَنا الذي سمتنی امی حیدرہ ولا نعلم اَنہ کان یدعی بہذاالاسم ، الجواب : اَنہ لما ولد سمتہ امہ فاطمۃ بنت اسد بن ہاشم باسم ابیہا اَسد ، وسماہ ابوطالب علیا ،، فغلب علیہ ماسماہ الوطالب ، ذکرہ عبدالغنی الحافظ ،، (تنقیح فہوأہل الاثرص : 377).

لیکن شیعوں نے حضرت علی کی شجاعت وجرأت کے بے اصل وبے سروپا اورگھڑے ہوئے واقعات کی بناء پر ان کے بحیثیت اسداللہ کے ساتھ مشہور کردیا ۔اور آہستہ آہستہ یہ لقب حضرت علی کےلیے سینوں میں بھی رواج پذیر ہوگیا ۔ سینوں میں لقب کی حیثیت سے اس وصف کے معراج پانے کا سبب محبت اہل بیت میں غلواورافراط ،اوران علماء کااثر ورسوخ ہے جو تفصیلی تھے ،یا تشیع ورفض کے طرف میلان ورحجان رکھتے تھے ۔یا یہ تیجہ شیعوں سے قرب ومجاورت کا ، جیسے تعزیہ داری وغیرہ شیعوں کی ہمسائیگی کی وجہ سے سینوں میں ،اوربہت سے مشرکانہ رسم ورواج ،ہندوؤں کی مجاورت کی وجہ سے مسلمانوں میں رواج پذیر ہوگئے ہیں ،اسی طرح یہ بے بنیاد لقب میں رواج پاگیا ۔افسوس ہے کہ سینوں نے اس کی تحقیق وتفتیش کی ضرورت نہیں سمجھی اورآنکھ بید کرکے اختیارکرلیا ۔

خطبہ جمعہ میں خلفائے راشدین کے تعظیمی القاب اوراہل بیت وحضرت عباس وحضرت حمزہ رضی اللہ عنہما دیگر عشرہ بشرہ کانام لیا جانا غالباً عہدی بنی عباس کی پیداوارہے ۔جب سنی اورشیعہ کی تفریق مذہبی حیثیت سے نمایاں کی گئی اورخطبہ جمعہ میں حضرت علی کواسداللہ الغالب کے لقب سے ذکر کرکئے جانے زمانے کی تعیین افسوس ہے کہ نہیں ہوسکی ۔

(محدث ج :8ش :10محرم 1360ھ فروری 1941ء)

ھذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

فتاویٰ شیخ الحدیث مبارکپوری

جلد نمبر 1

صفحہ نمبر 65

محدث فتویٰ